پروفیسر رشید احمد ارشد - کراچی یونیورسٹی

امام ابن القیّم اور ان کے اساتذہ

امام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد امام ابن القیم اپنے زمانے کے مجددین میں سے تھے۔ جب منگولوں اور تاتاریوں کے حملوں کی وجہ سے تمام عالم اسلام انتشار اور بدنظمی میں مبتلا تھا اور اس کی وجہ سے اسلامی معاشرہ زوال پذیر ہو گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے زمانے میں امام ابن تیمیہ اور امام ابن القیم جیسے مصلحین پیدا کیے جنھوں نے مسلمانوں کو بیدار کیا اور ان کے عقائد و احکام کو گمراہیوں سے پاک وصاف کیا۔

یہ عجیب بات ہے کہ نہ صرف ہند اور پاکستان کا علمی طبقہ امام ابن تیمیہ اور امام ابن القیم کے نام اور ان کی تصانیف سے بہت عرصہ تک ناواقف رہا۔ بلکہ مصر و شام اور عرب و عجم کے علما بھی ان سے واقف نہ تھے۔ وہ صحیح معنوں میں گزشتہ صدی میں ان سے متعارف ہوئے۔ اور نصف صدی سے انھیں ان دونوں حضرات کی تصانیف کی صحیح قدر و قیمت معلوم ہوئی ہے۔ ورنہ اس سے پیشتر خود ان حضرات کے زمانے میں ان کے معاصرین ان پر بے سر و پا الزامات لگاتے رہے اور مسلم عوام کو ان سے بدظن کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک زمانہ ایسا آیا کہ ان حضرات کی عظیم شخصیتیں گوشہ گمنامی میں چلی گئیں۔

عجیب غلط فہمیاں

علمائے متاخرین نے ان کے بارے میں جو غلط فہمیاں پھیلائی تھیں اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ مشہور مسلم سیاح ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں سفر دمشق کے حالات میں یہ غلط روایت نقل کی ہے کہ ابن تیمیہ اور ان کے ساتھی (نعوذ باللہ) خدا کو مجسّم مانتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ خدا عرش پر اسی طرح بیٹھتا ہے جس طرح وہ بیٹھتے ہیں۔

گزشتہ صدی میں ہمارے ملک کے علما بھی اس قسم کی غلط فہمیوں کا شکار رہے اور انھوں

نے ان حضرات کی تصانیف کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان دونوں حضرات کی تصانیف کمیاب تھیں اور اہلِ علم کے لیے ان کا مطالعہ کرنا ممکن نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ متاخرین علما کے الزامات اور سنی سنائی باتوں کی بنیاد پر ان کی مخالفت کرتے رہے۔

اب ان حضرات کی تصانیف منصۂ شہود پر آگئی ہیں اور رفتہ رفتہ اہلِ علم کی آنکھوں سے غلط فہمیوں کے پردے چاک ہو رہے ہیں اور انھیں معلوم ہوتا جا رہا ہے کہ حضرات ابن تیمیہ و ابن القیمؒ کا علمِ کلام و عقائد اور دیگر شرعی احکام میں بالعموم وہی مسلک رہا تھا جو اہل السنت والجماعت کے علما کا مسلک ہے۔

تعجب یہ ہے کہ حضرات ابن تیمیہ اور ابن القیمؒ پر وہ بے بنیاد الزامات عائد کیے گئے ہیں جن کی وہ ساری عمر تردید کرتے رہے۔ انھوں نے فرقۂ مجسمہ و مشبہ کے خلاف مستقل رسائل لکھے اور نہایت پُرزور دلائل کے ساتھ گمراہ فرقوں کی تردید کرتے رہے۔ مگر زمانہ کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ ان کے معاصرین اور بعد کے علما نے انہی الزامات کے ساتھ خود ان کو ملوث کر دیا۔

تعارف کا آغاز

برعظیم پاک و ہند کو یہ فخر حاصل ہے کہ یہاں کے اہلِ علم حضرات نے اسلامی دنیا میں سب سے پہلے امام ابن تیمیہ اور امام ابن القیم کی اصل تصانیف کو گوشۂ گمنامی سے نکال کر زیورِ طبع سے آراستہ کیا بلکہ انھوں نے ان تصانیف کے اردو تراجم بھی شائع کیے جن کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

ہند و پاکستان میں سب سے پہلے مولانا شبلی نے اپنے مشہور اردو رسالہ "الندوہ" میں امام ابن تیمیہ پر ایک مضمون لکھ کر تعلیم یافتہ حضرات سے ان کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد مولانا ابو الکلام آزاد نے امام ابنِ تیمیہ اور ان کی انقلابی جماعت کے انقلابی اور مجددانہ کارناموں کو اُجاگر کیا۔ بعد میں ان کے شاگرد اور رفیقِ کار مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی مدیر "ہند جدید" نے ان کی تصانیف کا اُردو میں ترجمہ کیا۔ اس کے بعد ان کی تصانیف کے تراجم اور سوانح عمریوں کا سلسلہ چل پڑا جو ابھی تک جاری ہے۔

مختصر حالات

تاہم یہ حقیقت ہے کہ اسلامی تواریخ اور تذکروں میں جس قدر تفصیل کے ساتھ امام ابن تیمیہ

کے حالات دستیاب ہیں اسی قدر اختصار اور کمی کے ساتھ ان کے لائق شاگرد امام ابن القیم کے حالات عام تذکروں میں مذکور ہیں۔ گو ان کی تمام مشہور تصانیف شائع ہو گئی ہیں تاہم ان کے ذاتی حالات بہت کم دستیاب ہوئے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ امام ابن القیم کی زندگی اپنے استاد امام ابن تیمیہ کی طرح ہنگامہ خیز نہ تھی۔ ان کے زمانے میں داخلی اور خارجی حالات پُرسکون ہو گئے تھے۔ اس لیے امام ابن القیم خاموشی کے ساتھ ساری عمر تدریس و تصنیف میں مشغول رہے۔ ان کی خاموش زندگی میں "سنسنی خیز" واقعات نہ تھے جو قلمبند کیے جاتے اس لیے اس زمانے کے تذکروں اور تواریخ میں ان کی زندگی کے صرف مختصر حالات تحریر کیے گئے۔

کچھ عرصہ ہوا، کلیہ دار العلوم قاہرہ یونیورسٹی کے فاضل نوجوان عبد العظیم عبد السلام شرف الدین نے ابن قیم الجوزیہ کے عنوان سے ایک تحقیقی مقالہ جامعہ قاہرہ میں پیش کیا تھا جو ۱۹۵۶ء میں مصر سے شائع ہوا تھا۔ ہماری نظر میں یہ امام ابن القیم پر سب سے پہلی مستقل کتاب ہے اور ہمارا خیال تھا کہ اس میں امام موصوف کے ذاتی حالات تفصیل کے ساتھ مل سکیں گے۔ مگر ہماری توقع صحیح ثابت نہیں ہو سکی۔ فاضل موصوف نے یہ مقالہ بڑی محنت کے ساتھ مرتب کیا ہے مگر انھوں نے ان کے ذاتی حالات معلوم کرنے کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی۔ کیونکہ ان کا اصل مقصد علم تفسیر و حدیث اور بالخصوص فقہ، اصولِ فقہ، علم کلام و عقائد و مسائلِ تصوّف کے بارے میں امام ابن القیم کے اصل خیالات و مباحث کو پیش کرنا تھا۔ چنانچہ مذکورہ بالا اسلامی علوم پر ابن القیم کے مباحث و تحقیقات کو سمیٹنے میں وہ بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں مگر انھوں نے ان کے مفصل ذاتی حالات اور خاندان اور اساتذہ کے حالات نہیں بیان کیے ہیں۔ تاہم انھوں نے ابن القیمؒ کے علمی اور اسلامی مباحث پر سیر حاصل بحث کی ہے اور اس مقصد کے لیے اس کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

اس کتاب کا ترجمہ کرنے کے بعد مجھے امام موصوف کے ذاتی حالات اور ان کے اساتذہ کے حالات معلوم کرنے کا بہت شوق پیدا ہوا۔ گو مطبوعہ تذکروں کی ورق گردانی کے بعد مجھے زیادہ حالات

ھ۱ مذکورہ بالا عربی کتاب کا راقم الحروف نے "حیاتِ امام ابن القیم" کے عنوان سے اردو ترجمہ کیا ہے جو نفیس اکیڈمی کراچی کی طرف سے ۱۹۶۳ء شائع ہو چکا ہے۔

نہیں معلوم ہوسکے تاہم جو کچھ اضافہ ہوسکا ہے وہ تکملہ کے طور پر اس مضمون میں پیش کیا جارہا ہے۔

نام ونسب

امام ابن القیمؒ کا پورا نام ونسب یہ ہے: محمد بن ابوبکر بن ایوب بن سعد بن حریز الزرعی الدمشقی[۱] دمشقی کی نسبت اس وجہ سے ہے کہ ایک دوسرے محدث ابن القیم المصری[۲] بھی تھے۔ آپ کے والد محترم ابوبکر بن ایوب دمشق کے مدرسۂ جوزیہ کے مہتمم اور منتظم بھی تھے اور قیم الجوزیہ کہلاتے تھے۔اس لیے آپ کا عرف ابن قیم الجوزیہ ہوگیا۔یہ مدرسۂ جوزیہ بغداد کے مشہور عالم اور محدث ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی نے قائم کیا تھا۔ان کا عرف ابن الجوزی تھا۔ اس لیے اس مناسبت کی وجہ سے یہ مدرسۂ جوزیہ[۳] کے نام سے مشہور ہوا۔

امام ابن القیم بتاریخ ۷ صفر ۶۹۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳ رجب ۷۵۱ میں وفات پائی۔اس طرح آپ کی عمر تقریباً ساٹھ سال تھی۔

آپ کے والدِ محترم ابوبکر بن ایوب جیّد عالم اور محدّث تھے۔انھوں نے علمِ حدیث کا درس شیخ رشید العامری اور دیگر محدثین شام سے حاصل کیا۔اس کے بعد خود بھی حدیث کا درس دینے لگے۔

---

[۱] زرعی کی نسبت شام کے ایک دیہات زرع کی وجہ سے ہے جو حولان کے علاقہ کا ایک گاؤں ہے۔آجکل اس کا نام ازراع ہے۔(ملاحظہ ہو روضۃ المحبین ونزہۃ المشتاقین) زرع کو پہلے زرا کہتے تھے۔(بحوالہ معجم البلدان ازیاقوت حموی ج ۱/ ۳۸)

[۲] ابن القیم المصری کا اصل نام ونسب یہ ہے: بہاءالدین علی بن عیسیٰ بن سلیمان الثعلبی المصری۔یہ بھی بہت بڑے محدّث تھے۔انھوں نے الفخر الفارسی سے روایتِ حدیث کی ہے اور بمقام مصر ماہ ذوالقعدہ میں ۷۱۰ھ میں وفات پائی۔تاہم یہ امام ابن القیم الدمشقی کی طرح زیادہ مشہور نہیں ہوسکے۔(حسن المحاضرہ از سیوطی۔ج ۱/ ۶۳)

[۳] مدرسۂ جوزیہ دمشق کی گیہوں کی منڈی میں تھا۔۱۳۲۷ھ میں یہاں عدالت قائم ہوئی۔ پھر یہ عمارت بند کردی گئی۔بعد میں فلاح وبہبود کی ایک انجمن نے اسے کھول کر بیاں بچوں کا ایک تعلیمی مدرسہ قائم کیا۔مگر شام کے انقلاب میں یہ عمارت جل گئی۔(حاشیہ روضۃ المحبین)

وہ نہایت نیک اور عبادت کرنے والے انسان تھے۔ نیز نہایت رحم دل اور بے تکلف تھے علم الفرائض (میراث) کے بہت بڑے ماہر تھے۔ امام ابن القیم نے ابتدائی تعلیم انہی سے حاصل کی۔ بالخصوص علم الفرائض کا درس انہی سے لیا۔ آپ کے والد محترم نے ۱۹ ذوالحجہ ۷۲۲ھ میں وفات پائی۔

تعلیم و تدریس

نامور اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد امام ابن القیمؒ اپنے والد محترم کے مدرسہ جوزیہ میں امام ہوگئے اور دمشق کے مشہور مدرسہ صدریہ میں تعلیم دینے لگے [۱] جسے دمشق کے مشہور رئیس صدرالدین ابوالفتح اسعد بن عثمان دمشقی حنبلی نے تعمیر کرا کے عوام کے لیے وقف کر دیا تھا۔ چنانچہ ان کے لقب کے مطابق اس مدرسہ کا نام صدریہ رکھا گیا۔

صدرالدین جامع دمشق کے متولی بھی تھے اور بہت بڑے مخیر اور سخی تھے۔ خود بھی بڑے محدث تھے اور علما و محدثین کے قدردان بھی تھے ان کی پیدائش ۵۹۸ھ میں ہوئی اور ۱۹ ماہ رمضان ۶۵۷ھ کو ان کی وفات ہوئی [۲]

ذکر و عبادت

امام ابن القیمؒ تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ ذکر الٰہی اور عبادت میں بھی مشغول رہتے تھے جیسا کہ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں:

"آپ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھے ہوتے ذکر و عبادت میں مشغول رہتے۔ یہ مشغلہ طلوع آفتاب تک جاری رہتا تھا آپ فرمایا کرتے تھے:

"یہ میری صبح کی سیر ہے۔ اگر میں اس وقت اس کام میں مشغول نہ رہوں تو میری طاقت جاتی رہے" آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

"دین کی امامت، صبر و فقر کے ذریعے حاصل کی جا سکتی ہے۔ روحانی طریقے پر چلنے

---

[۱] مدرسہ صدریہ دمشق کے علاقہ ذاب الریحان میں قائم تھا۔ اب یہ مٹ گیا ہے اور اس کی جگہ پر گھر بن گئے ہیں۔ (حاشیہ الجبین والبدایۃ والنہایۃ ج ۱۳، ص ۲۱۶)

[۲] شذرات یہ ج ۵، ص ۲۸۸)

کے لیے سالک کو بلند ہمت ہونا چاہیے تاکہ وہ مستقل مزاجی کے ساتھ اس راستے پر چل سکے اور ترقی کرتا رہے۔ اسے علم کی ضرورت بھی ہے جو اسے بصیرت اور ہدایت عطا کرے[1]"

قید و بند کے مصائب

امام ابن تیمیہ کی طرح آپ بھی حکام اور قاضیوں کے ہاتھوں گوناگوں تکالیف میں مبتلا رہے۔ چنانچہ طلاق کے مسئلہ پر اپنے استادِ محترم کی حمایت میں فتوے دینے پر آپ نے تکالیف اٹھائیں۔ اسی طرح جب آپ نے یہ فتویٰ دیا کہ صرف حضرتِ ابراہیم خلیل علیہ السلام کے مزار کی زیارت کے لیے خاص طور پر سفر کرنا جائز نہیں ہے تو اس وقت بھی آپ کو جیل بھیج دیا گیا۔

جب آخری مرتبہ امام ابن تیمیہ کو اختلافات کی بنا پر ذلیل و رسوا کر کے اور اونٹ پر بٹھا کے گشت کرایا گیا اور کوڑوں کی سزا دے کر انھیں قید خانے میں بند کر دیا گیا تو اس موقع پر امام ابن القیم نے بھی ان کا ساتھ دیا اور اپنے استاد کے ساتھ بخوشی قلعہ میں مقید رہے، اور ان کی وفات کے بعد ہی قید خانے سے رہا ہوئے۔

استاد کے ساتھ قید خانے میں مقید ہونے کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ آپ استادِ محترم کی تعلیمات اور فیوضات سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکیں۔ چنانچہ آپ ان کے آخری زمانے میں ان کے بے شمار حقائق و معارف سے آگاہ ہوئے جو آگے چل کر آپ کی تصانیف کے لیے مفید ثابت ہوئے۔ اس کے علاوہ مختلف اوقات میں جب کبھی آپ مقید ہوتے تو آپ بیشتر جیل خانے میں تلاوت اور مطالعۂ قرآن و حدیث میں اپنا وقت گزارا کرتے تھے اور قرآن کریم کے پوشیدہ اسرار و نکات پر غور و فکر کرتے تھے۔ یوں قید و بند کے مصائب آپ کے لیے خیر و برکت کا باعث ثابت ہوئے اور آپ کی دینی فہم و بصیرت میں اضافہ ہوتا گیا۔

آپ کے زمانے میں علامہ سبکی بہت بڑے عالم اور مفتی تھے۔ مصر و شام میں انھی کا فتویٰ چلتا تھا۔ مگر آپ اپنی آزادانہ علمی تحقیق و اجتہاد میں کسی بڑے سے بڑے عالم کی رائے اور فتوے سے مرعوب نہیں ہوتے تھے اور کتاب و سنت کے مقابلے میں ائمہ کرام کی متفقہ رائے سے بھی اختلاف

---

[1] الدرر الکامنۃ (ج ۳، ص ۴۰۲، ۴۰۳)

کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ نے تینوں ائمہ یعنی امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور ائمہ حنفیہ کے مسلک کے خلاف یہ فتویٰ دیا کہ محلل کے بغیر گھوڑ دوڑ جائز ہے۔

اس فتوے پر شام و مصر کے علما کے حلقے میں بہت ہنگامہ برپا ہوا اور علامہ سبکی نے بھی اس فتوے کو ناپسند کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علمی حلقوں میں بہت عرصہ تک بحث چلتی رہی۔ آخر کار آپ نے مزید غور و خوض کرنے کے بعد اس فتویٰ سے خود ہی رجوع کر لیا۔

کتابیں جمع کرنے کا شوق

امام ابن القیم، ملک کے سیاسی ہنگاموں سے الگ رہے اور علمی مناظرں میں بھی بہت کم حصہ لیا بلکہ آپ زیادہ وقت تعلیم و تدریس کے بعد خاموشی کے ساتھ مطالعہ کتب اور تصنیف و تالیف میں صرف کرتے تھے۔ آپ نے اپنے استادِ محترم کی تصانیف کو صحیح ترتیب و تہذیب کے ساتھ شائع کرنے کے علاوہ انہی کتب کی بنیادوں پر اپنی تصانیف کا آغاز کیا اس کے لیے وسیع کتب خانہ کی ضرورت تھی لہذا آپ نے علوم اسلامیہ اور تصوّف کی تمام مشہور اور نایاب کتب کو خرید کر جمع کیا۔ آپ نے اپنے کتب خانہ میں ایسی کتب فراہم کر لی تھیں جو دوسروں کو میسر نہ تھیں۔ ان کے وسیع کتب خانہ کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی یوں تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کو کتابیں جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ اس لئے آپ نے بے شمار کتابیں جمع کر لی تھیں ان کتابوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی اولاد بہت عرصہ تک ان کتابوں کو فروخت کرتی رہی"

علما کا خراجِ تحسین

امام ابن القیم کے بعد جو محدثین سب سے زیادہ مشہور ہوئے اور آج تک جن کی تصانیف مستند اور قابلِ مطالعہ سمجھی جاتی ہیں، ان میں علامہ ذہبی اور علامہ ابن حجر عسقلانی کے اسمائے گرامی سب سے زیادہ نمایاں ہیں۔ علمِ حدیث اور اسماء الرجال میں ان کی کتب حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ انھوں نے آپ کو جو خراجِ تحسین ادا کیا ہے اس کا خلاصہ ابنِ رجب طبقات الحنابلہ میں یوں تحریر کرتے ہیں [1]

---

[1] طبقات الحنابلہ از ابن رجب حنبلی مخطوطہ دارالکتب المصریہ قاہرہ (ص ۵۹۳ ج ۳)

" علامہ ذہبی، المختصر میں تحریر فرماتے ہیں :

" ابن القیم، علم حدیث اور فنون حدیث و رجال کے بہت بڑے عالم تھے۔ آپ کو علم فقہ میں بہت بڑی مہارت حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ فقہی مسائل کی بہت عمدہ توضیح کرتے تھے۔ آپ علم نحو سے بھی اچھی طرح واقف تھے "۔

علامہ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں :

" ابن القیم بہت دلیر اور بے باک تھے۔ وہ اختلافی مسائل اور بزرگانِ سلف کے مسلک سے بخوبی واقف تھے۔ امام ابن تیمیہ کی محبت آپ پر بہت غالب تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ان کے افکار و خیالات کی پُر زور حمایت کرتے تھے۔ آپ ہی نے ابنِ تیمیہ کی کتب کو صحیح طریقے سے مرتب کرکے پیش کیا"۔ [۱]

قاضی برہان الدین زرعی ارشاد فرماتے ہیں [۲] :

" آسمان کے نیچے روئے زمین پر آپ سے بڑھ کر کوئی عالم (آپ کے زمانے میں) نہیں تھا آپ نے مدرسۂ صدریہ میں درس دیا اور مدرسۂ جوزیہ میں طویل عرصے تک امامت کے فرائض انجام دیئے۔ آپ نے اپنے قلم سے اس کثرت کے ساتھ کتابیں تالیف کیں کہ انہیں بیان نہیں کیا جا سکتا ہے"۔

اساتذہ

اپنے والد محترم کے علاوہ ابن القیم نے اپنے زمانے کے اعلیٰ درجہ کے فاضل اساتذہ سے مختلف علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی۔ جن مشہور اساتذہ سے آپ نے تعلیم حاصل کی تھی ان کے اسماء گرامی اور مختصر حالات مندرجہ ذیل ہیں :

ابوبکر بن احمد بن عبدالدائم

آپ شام کے مسلّم الثبوت محدث تھے۔ آپ نے اپنے زمانے کے مشہور محدثین سے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد ساری عمر حدیث کا درس دیتے رہے۔ ساتویں، آٹھویں صدی کے تقریباً تمام مشہور علماء و محدثین شام نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ علامہ ذہبی اور برزلی

---

[۱] الدرر الکامنہ ۔ ج ۳، ص ۴۰۰، ۴۰۱ ۔ مطبوعہ حیدر آباد دکن (ہند)

[۲] طبقات الحنابلہ از ابن رجب (مخطوطہ) ج ۲، ص ۵۹۳۔

جیسے محدثین نے آپ سے روایت کی ہے۔ آپ ۶۲۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۱۸ھ میں فوت ہوئے[۱]

عیسیٰ بن المطعم المقدسی الحنبلی

آپ ۶۲۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۱۷ھ میں وفات پائی۔ آپ بھی اپنے زمانے کے مشہور محدث تھے[۲]

اسماعیل بن یوسف بن مکتوم

آپ بھی دمشق کے مشہور محدث تھے آپ ۶۲۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۱۶ھ میں وفات پائی۔ آپ حج کے موقع پر حرم میں بھی حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ علامہ ابن حجر عسقلانی کے استاد کے استاد تھے[۳]

قاضی القضاۃ تقی الدین سلیمان بن حمزہ المقدسی

آپ ۶۲۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۱۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کا حلقۂ درس بہت وسیع تھا۔ ۶۹۵ھ میں آپ قاضی مقرر ہوئے اور بیس سال تک قاضی القضاۃ رہے۔ ایک مرتبہ سلطان جانگیر نے کسی رنجش کی بنا پر آپ کو معزول کر دیا تھا۔ مگر جب سلطان ناصر برسر اقتدار آیا تو اس نے آپ کو اس عہدہ پر بحال کر دیا۔ آپ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرتے تھے اور عوام کے ساتھ آپ کا سلوک، لطف و کرم پر مبنی تھا۔ جب ۷۰۵ھ میں امام ابن تیمیہ کے ساتھ حنبلی علما کے تنازعات شروع ہوئے تو آپ نے اپنی حکمت عملی سے ان تنازعات کو دور کیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے قاہرہ اور دمشق دونوں مقامات پر آپ کی روایاتِ حدیث کا بیک واسطہ سماع حاصل کیا ہے۔ دمشق میں علامہ موصوف نے فاطمہ بنت المنجی سے آپ کی روایت کردہ احادیث سنیں جو آپ کی احادیث کی آخری راویہ تھیں[۴]

---

[۱] الدرر الکامنہ فی اعیان المائۃ الثامنہ از علامہ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن (ہند) ج ۱ ص ۳۴۸ - نمبر ۱۱۵۸

[۲] الدرر الکامنہ لابن حجر عسقلانی ج ۳ ص ۲۰۴۔ [۳] الدرر الکامنہ ج ۱

[۴] الدرر الکامنہ ج ۲ ص ۱۴۶، ۱۴۷ - نمبر ۱۸۳۷ - شذرات الذہب ج ۲، ص ۳۵، ۳۶ -

ابونصر شمس الدین محمد بن محمد الدمشقی

آپ کا خاندان شیراز سے دمشق منتقل ہوا تھا۔ آپ کے آباء و اجداد بھی محدث تھے اور آپ خود بھی جلیل القدر محدث تھے۔ آپ کا حلقہ درس بھی بہت وسیع تھا۔ آپ ۹۴ سال کے تھے جبکہ آپ کی وفات ۷۲۳ھ میں ہوئی [۱]

فاطمہ بنت ابراہیم بن محمود بن جوہر البطائحی

امام ابن القیمؒ کے اساتذہ کی فہرست میں آپ واحد خاتون محدثہ ہیں جن سے امام موصوف نے تعلیم حاصل کی۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۶۲۵ھ ہے۔ آپ کی وفات جبل قاسیون میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئیں۔ علامہ سبکی نے ان سے سماع حدیث کیا ہے [۲]

مجد الدین تونسی

امام ابن القیم نے آپ سے علوم عربیہ کی تعلیم حاصل کی۔ آپ دراصل تونس کے رہنے والے تھے اور تونس ہی میں تقریباً ۶۵۶ھ میں پیدا ہوئے اور وہیں اسلامی تعلیم اور فن قرآت کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد کچھ عرصہ وہ قاہرہ میں مقیم رہے پھر دمشق آ گئے۔ وہاں وہ جامع دمشق میں عرصۂ دراز تک علم قرآت کی تعلیم دیتے رہے اور وہاں کے امام بھی مقرر ہوئے۔ اس کے علاوہ وہ وہاں کے مختلف مقامات پر مختلف مدارس میں شعبۂ قرآت کے صدر بھی رہے، وہ اپنے زمانے کے مشہور ترین قاری اور نحوی سمجھے جاتے تھے۔ انھوں نے علم حدیث کی تعلیم بھی حاصل کی تھی مگر زیادہ تر ایک قاری اور نحوی کی حیثیت سے شہرت حاصل کی۔

امام ابن القیم نے ان سے علم نحو و قرآت کی تعلیم حاصل کی تھی۔ ان کی وفات ۷۱۸ھ میں ہوئی۔ ان کا اصل نام و نسب ابوبکر بن محمد قاسم المرسی ہے۔ مجد الدین ان کا لقب ہے علامہ ذہبی نے ان سے سماع حدیث کیا ہے [۳]

---

[۱] شذرات الذہب ص ۶۲، ج ۶

[۲] الدرر الکامنہ لابن حجر عسقلانی ج ۳، ص ۱۹۵، نمبر ۵۳۸۔ فاطمہ مشہور عالم ابراہیم بن برکارہ کی والدہ تھیں۔ انھوں نے مشہور محدث ابن الزبیدی وغیرہ سے سماع حدیث کیا۔

[۳] الدرر الکامنہ ج ۱

مجد الحرانی

مجد الحرانی ان کا لقب اور عرف ہے - پورا نام و نسب یہ ہے : اسماعیل بن محمد بن اسماعیل الحرانی الحنبلی - وہ ۶۴۶ھ میں حران کے مقام پر پیدا ہوئے اور ۶۷۰ھ میں دمشق آئے - حدیث اور دیگر علوم اسلامیہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد انھوں نے حنبلی فقہ میں مہارت حاصل کی - پھر حنبلی فقہ کی تعلیم دینے لگے اور اسی کے مطابق فتوے بھی دیتے تھے - امام ابن القیمؒ نے ان سے فقہ حنبلی کی تعلیم حاصل کی -

محمد بن ابی الفتح الحنبلی

آپ ۶۴۵ھ میں پیدا ہوئے - آپ نے فقہ، حدیث اصول اور علوم عربیہ کی تعلیم ماہر شیوخ سے حاصل کی - اس کے بعد فقہ، نحو اور علوم عربیہ میں کمال حاصل کیا - بالخصوص مشہور نحوی ابن مالک کے ساتھ طویل عرصے تک رہ کر علوم عربیہ میں مہارت تام حاصل کی - وہ تمام علوم عربیہ میں وسیع معلومات رکھتے تھے اس لیے شام کے اہل علم کا طبقہ انہیں "علم کا پہاڑ" کہتا تھا - ابن القیم نے ان سے علوم عربیہ کی تعلیم حاصل کی - وہ زیادہ عرصہ شام ہی میں رہے تاہم کسی ضرورت سے آخر عمر میں انھوں نے مصر کا سفر کیا - وہاں وہ بہت سخت بیمار ہو گئے - یہاں تک کہ انھیں مصر کے ایک ہسپتال میں داخل کرنا پڑا جہاں وہ ۷۰۹ھ میں فوت ہو گئے -

صفی ہندی

ہماری ترجمہ کردہ مذکورہ بالا کتاب "حیات امام ابن القیم" میں امام ابن القیم کے اساتذہ کی فہرست میں صفی ہندی کا نام مذکور نہیں ہے - تاہم علامہ ابن حجر عسقلانی نے اپنے تذکرہ الدرالکامنہ میں اور دیگر تذکرہ نگاروں نے اپنے تذکروں میں انھیں امام موصوف کے خصوصی اساتذہ میں شمار کیا ہے اور ان کے حالات بھی بیان کیے ہیں -

صفی ہندی کا اصل نام و نسب یہ ہے : محمد بن عبدالرحیم بن محمد ہندی شافعی - صفی الدین ان کا لقب ہے - اس لیے تذکروں میں وہ صفی ہندی کے نام سے مشہور ہیں -

وہ ۶۴۴ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے - ۶۶۷ھ میں دہلی سے یمن آ گئے - اس سے پہلے دہلی میں انھوں نے اپنے نانا سے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی - جب وہ یمن پہنچے تو یمن کے سلطان مظفر نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی اور انھیں نو سو دینار عطا کیے - وہاں سے وہ مکہ معظمہ آئے - یہاں پر

انھوں نے مشہور بزرگ ابن سبعین سے استفادہ کیا اور ان کا کلام سنا۔ پھر مدینہ منورہ کی زیارت کرتے ہوئے ۱۷۶ھ میں قاہرہ (مصر) آئے اور یہاں چار سال مقیم رہے۔ پھر ترکی (بلادِ روم) کے علاقہ قونیہ، سیواس اور قیصریہ وغیرہ میں کافی عرصہ تک قیام کیا اور مشہور عالم سراج الدرموی سے ملاقات کی اور ان کی خدمت میں کافی عرصہ تک رہے۔

صفی ہندی ۸۵ھ میں دمشق آئے اور یہاں انھوں نے مشہور محدّث فخر ابن النجاری سے سماعِ حدیث کیا۔ وہ اس عرصے میں مشہور عالم ہو گئے تھے۔ اس لیے انھوں نے جامع دمشق میں اپنا حلقۂ درس قائم کیا۔ وہ مدرسہ الرواحیہ اور مدرسہ الدولتیہ الاتابکیہ وغیرہ میں بھی درس دیتے تھے۔ علمِ کلام میں وہ اشاعرہ کے متبع تھے۔ اسلامی علوم، اصول فقہ اور معقولات کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ عربی زبان کے زبردست ادیب اور مقرر بھی تھے اور فنِ مناظرہ سے بھی واقف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب امام ابن تیمیہ کے خلاف بعض مسائل میں اختلاف کی وجہ سے دمشق میں ہنگامہ برپا ہوا تو مخالف علما نے اپنی دوسری مجلس میں جو ۱۲ رجب ۷۰۵ھ کو بعد نماز جمعہ منعقد ہوئی تھی شیخ صفی ہندی کو اس مجلس کے مناظرہ کا صدر مقرر کیا تھا۔

شیخ صفی ہندی چونکہ معقولات کے ماہر تھے، اس لیے انھوں نے زیر بحث مسائل کو منطقی دلائل کے ساتھ پیش کیا۔ ان کے عقلی دلائل کے مقابلے میں امام ابن تیمیہ نے قرآن و حدیث کے نقلی دلائل پیش کیے جن کے مقابلے میں شیخ صفی ہندی کے دلائل نہیں چل سکے۔ آخر کار صفی ہندی نے امام ابن تیمیہ سے مخاطب ہو کر کہا:

"اے ابن تیمیہ! تم مجھے اس چڑیا کی مانند نظر آ رہے ہو جسے میں پکڑنے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ پھدک کر دوسری جگہ چلی جاتی ہے۔"[1]

اس مناظرہ میں شیخ صفی ہندی نے حنبلی علما پر بھی طنز کی تھی کیونکہ وہ خود شافعی مسلک کے حامی تھے۔

---

[1] طبقات الشافعیہ از علامہ سبکی ج ۵، ص ۲۴۰) (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۱۴، ص ۳۷) (الدرر الکامنۃ ج ۴، ص ۱۵۱۴، نمبر ۳۹) (شذرات الذھب ج ۶، ص ۳۷)

صفی ہندی گو اس مناظرہ میں امام ابن تیمیہ کے توی دلائل کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکے تاہم حقیقت و مجاز کے مسئلہ پر ان کی منطقی بحث کو امام ابن تیمیہ نے بھی پسند کیا۔ جب امیر تنکز ۷۱۲ھ میں شام کا نائب امیر مقرر ہوا تو وہ شیخ صفی ہندی کا بے حد معتقد ہو گیا تھا۔ صفی ہندی اشعری مسلک کے حامی ہونے کے باوجود صفات باری تعالیٰ میں ترک تاویل کے قائل تھے اور اس معاملے میں امام ابن تیمیہ کے ہم خیال تھے۔

وہ بہت بڑے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت عابد و زاہد، تہجد گزار اور شب بیدار بھی تھے۔ غریبوں اور محتاجوں پر بڑے مہربان تھے اور ان کی امداد کرتے تھے۔ انھوں نے اصولِ دین میں ایک الفائق تحریر کی اور اصولِ فقہ میں النہایۃ تصنیف کی اور علم کلام میں الزبدہ لکھی۔

ان کے تلامذہ میں ابن القیم کے علاوہ ابن المرحل، ابن الوکیل اور الفخر المصری مشہور علما ہیں[1]۔ امام ابن القیم نے ان سے اصول اور معقولات کی تعلیم حاصل کی اور امام ابن تیمیہ کی آمد سے پہلے ابن القیم اپنے سب اساتذہ سے زیادہ صفی ہندی کی صحبت میں رہے۔ اور ان سے خصوصی تعلق قائم رکھا جو ان کی وفات یعنی ۷۱۵ھ تک برقرار رہا۔ ان کی وفات کے بعد ابن القیم ہمہ تن امام ابن تیمیہ کے لیے وقف ہو گئے[2]۔

صفی ہندی کی وفات ماہِ صفر کے آخر میں ۷۱۵ھ میں ہوئی اور وہ دمشق کے مشہور قبرستان مقابر الصوفیہ میں مدفون ہوئے۔

امام ابن القیم کے صفی ہندی کے ساتھ خصوصی تعلقات کا تذکرہ علامہ ابن حجر عسقلانی کے علاوہ ان کے ہم عصر رفیق اور تلمیذ خاص شیخ ابن کثیر نے بھی اپنی مشہور تاریخی کتاب البدایۃ والنہایۃ میں کیا ہے۔ چنانچہ ان کے فیضِ صحبت کا نتیجہ ہے کہ امام ابن القیم کی تحریروں میں معقول اور منطقی استدلال موجود ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اصول دین و فقہ کے بارے میں وسیع معلومات بھی رکھتے ہیں۔ پھر ان کے اس طرزِ فکر کو امام ابن تیمیہ کی طویل صحبت نے مزید جلا بخشی ہے۔

---

[1] الدرر الکامنہ ج ۴، ص ۱۴، ۱۵۔

[2] شذرات الذہب ج ۶، ص ۱۶۸

امام ابنِ تیمیہ

امام ابنِ تیمیہ احمد بن عبدالحلیم آپ کے وہ استاد تھے جن سے آپ طویل عرصہ تک فیض حاصل کرتے رہے۔ جب امام ابنِ تیمیہ ۷۱۲ھ میں دمشق واپس آئے تو اس وقت سے لے کر ان کی وفات تک آپ ان کے ساتھ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تعلیمات نے آپ کے دل پر گہرا نقش قائم کیا۔ آپ نے اپنی بحث و تحقیق میں اجتہادی طرزِ فکر کو انہی سے حاصل کیا۔ چنانچہ آپ علمی تحقیق میں اپنے استادِ محترم کی طرح کسی کی کورانہ تقلید نہیں کرتے تھے۔ بلکہ کتاب و سنت کے صحیح مفہوم کے مطابق عمل کرتے تھے۔

امام ابنِ تیمیہ کے علمی اثرات اور ان کی عقیدت آپ پر اس قدر غالب تھی کہ آپ ان کی حمایت میں ان کے ساتھ جیل خانے چلے گئے اور ان کے ساتھ قید و بند کے تمام مصائب برداشت کیے، نیز حکامِ وقت کی ذلت اور کوڑوں کی سزا بھی برداشت کی مگر امام ابنِ تیمیہ کا ساتھ نہیں چھوڑا اور جیل خانے سے اس وقت باہر نکلے جب استادِ محترم کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ امام ابنِ تیمیہ پر اردو میں کتابیں اور مضامین لکھے جا چکے ہیں۔ اس لیے ہم ان کے تفصیلی حالات تحریر نہیں کر رہے ہیں۔

ان کی پیدائش ۶۶۱ھ میں ہوئی اور وفات ۷۲۸ھ میں ہوئی۔ اپنی وسعتِ معلومات، حق گوئی و بے باکی، مجاہدانہ کارناموں اور قوتِ اجتہاد کی بدولت وہ مجددِ وقت تھے۔

تلامذہ اور رفقا

مدرسہ صدریہ میں درس دینے کی وجہ سے آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی ان میں سے بعض تلامذہ امام ابنِ تیمیہ اور امام ابن القیم دونوں کے مشترکہ تلامذہ تھے اور اپنے استادوں کے جاں نثار اور وفادار تھے۔ ایسے جید نامور تلامذہ کا جو ان دونوں کے زبردست حامی اور رفیق تھے، ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے۔ ان کے بیانات سے آپ کے علم و فضل اور اخلاق و عادات پر مزید روشنی پڑتی ہے۔

ابنِ رجب حنبلی

ان کا پورا نام و کنیت ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن رجب حنبلی ہے۔ وہ آپ کے شاگرد بھی تھے

اور معتقد دوست بھی تھے۔ انھوں نے طبقات الحنابلہ کے نام سے نہایت ضخیم اوراہم تذکرہ تحریر کیا ہے۔ اس کتاب کی تیسری جلد کے آخر میں امام ابن القیم کے حالات بیان کرتے ہوئے وہ یوں فرماتے ہیں:

"استادِ محترم بہت بڑے عابد اور تہجد گزار تھے اور بہت طویل نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ مَیں نے آپ جیسا نیک انسان نہیں دیکھا اور نہ میری نظر میں آپ سے بڑھ کر کوئی شخص ایسا ہے جو اس قدر وسیع معلومات رکھتا ہو۔ آپ قرآن و سنت اور اسلامی علوم کے بہت بڑے عالم تھے۔ مَیں آپ کی وفات سے ایک سال پہلے آپ کی علمی محفلوں میں پابندی کے ساتھ شریک ہوتا تھا۔ مَیں نے سنتِ نبوی کی حمایت میں آپ کا طویل نونیہ قصیدہ بھی سنا[1] اور آپ کی تصانیف کے ذریعے بہت معلومات حاصل کیں۔

اکثر اہلِ علم آپ کے استاد (ابنِ تیمیہ) کی زندگی ہی میں آپ سے تعلیم حاصل کرنے لگے تھے اور تعلیم و تدریس کا یہ سلسلہ آپ کی وفات تک جاری رہا۔ بڑے بڑے علما اور فضلا آپ کی تعظیم کرتے تھے۔ جن لوگوں نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، ان میں ابنِ عبدالہادی جیسے اہل علم حضرات بھی شامل تھے"[2]

ابنِ کثیر

شام کے مشہور مفسر و مورخ علامہ ابنِ کثیر، دونوں کے تلمذ خاص اور رفیق کار تھے۔ وہ اپنی مشہور تاریخی کتاب البدایۃ والنہایۃ میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

"امام ابن القیم، نہایت عمدہ طریقے سے قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے۔ آپ کے اخلاق نہایت اعلیٰ تھے اور تمام لوگوں کے ساتھ آپ کا حُسنِ سلوک، محبت و شفقت پر مبنی تھا۔ آپ نہ تو کسی سے حسد کرتے تھے، نہ کسی کی دل آزاری کرتے تھے اور نہ کسی کے عیب نکالتے تھے۔

---

[1] اس طویل نونیہ قصیدہ کا نام یہ ہے: "الکافیۃ الشافیۃ فی الانتصار للفرقۃ الناجیۃ" اس منظوم کتاب میں آپ نے اہل السنت والجماعت کے مخالف فرقوں کی تردید کی ہے۔

[2] طبقات الحنابلہ از ابن رجب حنبلیؒ (مخطوطہ) جلد ۳ ص ۵۹۳ دار الکتب المصریہ قاہرہ

میں سب سے زیادہ آپ کی صحبت میں رہا ہوں - یہی وجہ ہے کہ آپ مجھ سے بہت محبت رکھتے تھے - آپ کے ایک شاگرد شمس الدین محمد بن عبدالقادر النابلسی بھی تھے جنھوں نے ابویعلیٰ کی طبقات الحنابلہ کا خلاصہ کیا ہے"۔

عبدالرحمٰن بن ابی بکر

امام ابن القیم کے ایک چھوٹے بھائی بھی تھے جن کا اسم گرامی عبدالرحمٰن بن ابی بکر ہے۔ ان کی تاریخ پیدائش ۶۹۳ھ ہے وہ بھی اپنے بڑے بھائی ابن القیم کی طرح محدث اور عالم تھے۔ انھوں نے علوم اسلامیہ اور حدیث کی تعلیم مندرجہ ذیل اساتذہ سے حاصل کی:

شیخ ابوبکر بن احمد بن عبدالدائم - شیخ عیسی المطعم، شیخ الشہاب العابر وغیرہ - وہ شیخ الشہاب العابر کے واحد راوی تھے - اپنے علم وفضل کے باوجود وہ امام ابن القیم جیسی شہرت حاصل نہیں کر سکے - ان کی وفات ماہ ذوالحجہ ۷۶۹ھ میں ہوئی - انھوں نے اپنے بڑے بھائی سے زیادہ عمر پائی - یعنی ۷۶ برس تک زندہ رہے[1]

اولاد

تذکروں میں آپ کے دو فرزندوں کے اسمائے گرامی اور ان کے مختصر حالات مذکور ہیں - ان میں سے ایک فرزند عبداللہ ہیں جن کا مکمل نام ونسب یہ ہے: جمال الدین یا شرف الدین عبداللہ بن محمد بن ابی بکر قیم الجوزیہ -

وہ ۷۲۳ھ میں پیدا ہوئے - انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی - اس کے بعد وہ شامی محدث ابوبکر بن احمد بن عبدالدائم سے علم حدیث اور دیگر حضرات سے اسلامی علوم کی تعلیم حاصل کرتے رہے - ان کا حافظہ اس قدر قوی تھا کہ بچپن ہی میں سورۂ اعراف انھوں نے دو تین دن میں زبانی یاد کر لی تھی - تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ بھی درس وتدریس اور فتوی نویسی میں مشغول ہو گئے - انھوں نے کئی مرتبہ حج کیا - ابن کثیر کے قول کے مطابق وہ بھی باپ کی طرح نہایت ذہین اور تیز فہم تھے اور اپنے زمانے کی عجیب وغریب شخصیت تھے -

---

[1] الدرر الکامنہ، ج ۲، ص ۳۲۶، نمبر ۲۲۶۸ -

اپنے والد محترم کی وفات کے بعد مدرسۂ صدریہ میں مدرس کی حیثیت سے ان کے جانشین مقرر ہوئے اور یہاں پہلا درس ۲ شعبان ۷۵۱ ھ میں دیا مگر ان کی عمر نے وفا نہ کی اور وہ تینتیس سال کی عمر میں شعبان ۷۵۶ ھ میں اس دار فانی سے رخصت ہوگئے اور اپنی یادگار میں کوئی تصنیف نہیں چھوڑی[1]۔

ابراہیم: آپ کے دوسرے فرزند کا اسم گرامی ابراہیم بن محمد بن ابی بکر ہے[2]۔ وہ ۷۲۶ ھ میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے بھی ابن الشحنہ، ایوب الکمال جیسے اکابر علماء سے تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد وہ خود بھی مشہور عالم ہوگئے اور فتویٰ دینے لگے۔ علامہ ذہبی المعجم المختص میں ان کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: "وہ اپنے والد کے فقہی مسلک پر تھے۔"

ان کی وفات ماہ صفر ۷۶۷ ھ میں ہوئی ہے[2]

تصانیف

امام ابن القیم کی تصانیف کی تعداد بے شمار ہے کیونکہ بعض تصانیف نیست و نابود ہوگئی ہیں۔ تاہم راقم الحروف نے مختلف تذکروں کی مدد سے جن کتب کا پتہ چلایا ہے، ان کی تعداد اڑسٹھ ہے جن کی تفصیل میں نے اپنی کتاب "حیات امام ابن القیم" کے مقدمہ میں پیش کی ہے اور اسی مقدمۂ مترجم میں میں نے اس بات کی نشان دہی بھی کی ہے کہ وہ کہاں کہاں چھپی ہیں۔ نیز یہ بھی تحریر کیا ہے کہ امام ابن تیمیہ و ابن القیم کی کن کن کتب کے تراجم اردو زبان میں شائع ہوئے ہیں۔

ان دونوں عالموں کی بعض نایاب کتب کو علامہ رشید رضا نے مکتبۃ المنار قاہرہ مصر سے سلطان ابن سعود کے مالی تعاون سے نہایت اہتمام کے ساتھ شائع کیا ہے۔ تاہم برعظیم پاک و ہند کے علماء نے سب سے پہلے ان کی تصانیف شائع کی تھیں۔

امام ابن القیم کی مشہور تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ زاد المعاد فی ھدی خیر العباد: یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر

---

[1] الدرر الکامنہ ج ۲، ص ۲۹۰ (نمبر ۲۲۰۸)۔ شذرات الذہب ج ۶، ص ۱۸۱۔

[2] الدرر الکامنہ، ج ۱، ص ۵۸، نمبر ۱۵۵

[3] ملاحظہ ہو مقدمہ مترجم "حیات امام ابن القیم" شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۳ء

نہایت مستند کتاب ہے جس میں معتبر روایات اور احادیث نبوی کے ذریعے سیرت مبارکہ کو چار جلدوں میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

کتاب الروح : اس میں روح کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ اس کا ترجمہ بھی اُردو زبان میں ہو چکا ہے۔

مدارج السالکین : یہ مشہور بزرگ شیخ ہروی کی کتاب "منازل السائرین" کی شرح ہے اور تصوف میں آپ کی وہ معرکۃ الآرا کتاب ہے جس میں آپ نے تصوّف کے مسائل کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے جس سے اس الزام کی تردید ہو جاتی ہے کہ آپ تصوّف کے مخالف تھے۔

اس کتاب کو علامہ رشید رضا مرحوم نے نہایت اہتمام کے ساتھ مکتبۃ المنار قاہرہ مصر سے شائع کیا تھا۔ اس کے اہم مضامین کا خلاصہ مذکورہ بالا کتاب "حیات امام ابن القیم" میں مذکور ہے۔

اعلام الموقعین عن رب العالمین : یہ وہ مجتہدانہ کتاب ہے جو فقہی مسائل کے حل کے لیے بہت مفید ہے۔ یہ تین حصوں میں شائع ہوئی ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ مولانا عبداللہ عمادی مرحوم نے بہت پہلے "سدّ باب ذریعہ" کے عنوان سے شائع کیا تھا۔ نیز مولانا محمد جوناگڑھی نے بھی اس کا اُردو ترجمہ شائع کیا تھا۔

الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیہ : یہ کتاب بھی اسلامی فقہ میں نہایت محققانہ انداز کی ہے اور آجکل کے مسائل کے لیے نہایت کارآمد ہے۔

مذکورہ بالا دونوں کتابوں کے اہم مباحث کا خلاصہ "حیات امام ابن القیم" میں بیان کیا گیا ہے۔

تہذیب مختصر سنن ابوداؤد : اس میں صحاح ستہ میں سے مشہور کتاب سنن ابوداؤد کے مشکل مقامات کا حل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب بھی شائع ہو چکی ہے۔

اخبار النساء : اس کتاب کو تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ اس میں معاشرہ کے مختلف گوشوں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔

البدائع الفوائد : یہ کتاب تفسیری مباحث پر نہایت اہم ہے۔

التفسیر القیّم : یہ کتاب حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ امام ابن القیم نے اپنی مختلف

تصانیف میں قرآن کریم کی آیات کی جو تفسیر کی ہے۔ ان سب کو یکجا کر کے ایک الگ کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے تاکہ علم تفسیر کے شائقین ان سے یکجا طور پر مستفید ہو سکیں۔

مذکورہ بالا کتب کے علاوہ باقی کتب بھی نہایت اہم ہیں۔ مگر ہم نے طوالت کے خوف سے یہاں ان کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ ان میں یا تو بدعات کی مخالفت کی گئی ہے۔ یا گمراہ فرقوں کے خیالات کی تردید کی گئی ہے اور اسلامی شریعت کو غلط اور باطل عقائد و مسائل سے پاک و صاف کیا گیا ہے۔ آپ کا انداز تحریر نہایت موثر اور عام فہم ہے اور تحقیق و اجتہاد کے ساتھ ساتھ آپ کی تصانیف عربی انشاپردازی کا نادر نمونہ بھی ہیں۔

ارمغانِ شاہ ولی اللہ

مرتبہ

محمد سرور

حضرت شاہ ولی اللہ رح نے جملہ علوم دینی کو حکمت کے عقلی اصولوں پر مرتب فرمایا اور اپنی تصانیف میں علوم تفسیر و حدیث و فقہ و تصوف کا جائزہ لیا۔ آپ نے ملت کی سیاسی تاریخ کا بھی تجزیہ کیا اور یہ ثابت کیا کہ شریعت کے جتنے بھی احکام ہیں، ان سب میں حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔

"ارمغان شاہ ولی اللہ" میں شاہ صاحب کی ان تعلیمات و افکار کو مرتب کیا گیا ہے۔ نیز اس میں آپ کے اپنے بزرگوں کے خود نوشتہ سوانح حیات بھی ہیں۔ اس سلسلے میں آپ کی عربی و فارسی کتابوں کے انتخاب کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے۔

یہ کتاب نہ صرف شاہ صاحب کی جلیل القدر علمی شخصیت کا ایک اجمالی تعارف ہے بلکہ آپ کی ضخیم کتابوں کا لب لباب و ماحصل بھی ہے۔ صفحات: ۵۲۰۔ قیمت: -/۱۶ روپے

ملنے کا پتہ:- ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ لاہور